ہائے صغریٰ ۴

خاکِ پائے ماتم گسارانِ حسینؑ مظلوم

میر احمد نوید

نوحہ

مسافروں میں نہیں ہے جو نام صغراؑ کا
خبر سے زرد ہے چہرہ تمام صغراؑ کا

یہ التجا ہے اٹھا کر لرزتے ہاتھوں کو
کہ ہے یہ آخری شہؑ کو سلام صغراؑ کا

مجھے سواریِٔ فضہ میں ہی بٹھا دیجئے
تھا ہاتھ جوڑ کر شہؑ سے کلام صغراؑ کا

وہ درد ہے کہ بدن زرد ہے جبیں ہے سرد
سفر سے سخت ہے شاید قیام صغراؑ کا

گزار لیتی ہے وہ انتظارِ شام میں دن
نہیں گزرتا مگر وقتِ شام صغراؑ کا

دیے جلانا جلا کر منڈیر پر رکھنا
ہوا کی منتیں کرنا ہے کام صغراؑ کا

وہ حالِ زار تھا زینبؑ نے بھی نہ پہچانا
وہ پوچھتی رہی صغراؑ سے نام صغراؑ کا

جو پوچھا کس پہ مصیبت ہوئی تمام نویدؔ
تو آ گیا لبِ عابدؑ پہ نام صغراؑ کا

نوحہ

محرم آ گیا اب تک علی اکبرؑ نہیں آئے
جو دیکھا چاند صغراؑ نے کہا دل تھام کر ہائے

کوئی تو آئے دم سینے میں اٹکا ہے مرے بھائی
خبر آئے کہ تم آؤ کہ نیند آئے کہ موت آئے

تکے جاتی ہے رستہ ایک ٹک دہلیز پر بیٹھے
ہوا آئے کہ گرد آئے کہ ابر آئے کہ دھوپ آئے

طبیعت گھر میں گھبرائی تو اُٹھ کر در پہ آ بیٹھی
کہاں جائے وہ اُٹھ کر اب اگر دل اُس کا گھبرائے

کوئی آتا ہے دروازہ کُھلا رکھنے سے اے صغراؑ
نہیں آتا کوئی دل کو ترے یہ کون سمجھائے

ہوا سے خاک اُڑتے سب کے حجرے دیکھ کر ویراں
کرے کیا گر وہ دیواروں سے اپنا سر نہ ٹکرائے

جو پہنچا نامہ بر خط لے کے صغراؑ کا تو کب پہنچا
پڑے تھے دل کو پکڑے خاک پر اکبرؑ سناں کھائے

نویدؔ اُس کے لبوں پر بس یہی نوحہ تھا اے بھائی
کیا تھا وعدہ آنے کا نہ صبح آئے نہ شام آئے

نوحہ

ڈیوڑھی پر اک شمع جلائے صغراؑ در پر بیٹھی ہے
آنا تھا جن کو نہیں آئے، صغراؑ در پر بیٹھی ہے

دور تلک خالی ہے رستہ حدِّ نظر تک اُڑتی دھول
لب ساکت آنکھیں پتھرائے صغراؑ در پر بیٹھی ہے

اُس کے تن پر سے جاتی ہے ساری دھوپ اور ساری اوس
دن نکلے یا رات آجائے صغراؑ در پر بیٹھی ہے

یا پلکوں کے بیچ اُٹھا کر آنکھیں رستا لے آئیں
یا آنکھیں رستہ لے جائے صغراؑ در پر بیٹھی ہے

بند کرے دروازہ کیونکر جانے کب آجائیں اکبرؑ
جانے کیوں اکبرؑ نہیں آئے صغراؑ در پر بیٹھی ہے

اڑتے اڑتے گرد میں ہائے صورت سے تصویر ہوئی
سب کی یاد میں خود کو بھلائے صغراؑ در پر بیٹھی ہے

اُس کو کیا معلوم کہ اُن پر کیا جنگل میں بیت گئی
اُن کو کیا معلم کہ ہائے صغراؑ در پر بیٹھی ہے

جس کا رستہ دیکھ رہی ہے جانے آئے نہ آئے نویدؔ
بیٹھے بیٹھے مر ہی نہ جائے صغراؑ در پر بیٹھی ہے

نوحہ

حال صغریٰؑ کا وہ تھا چاند سے دیکھا نہ گیا
اُس سے پوچھا نہ گیا اِس سے بتایا نہ گیا

ہائے صغریٰؑ نے دیے کتنے جلائے لیکن
در و دیوار سے ویرانی کا سایہ نہ گیا

اُدھر اکبرؑ کے سناں دل میں گڑی اور وہ اِدھر
گری دہلیز پہ اِس طرح کے اٹھا نہ گیا

صبح کیا آئی کے پھر خاک اڑائی نہ گئی
شام کیا آئی کہ سر خاک پہ مارا نہ گیا

چاند، دہلیز، دیا، وعدۂ اکبرؑ امید،
اس سے آگے دلِ بیمار سے سوچا نہ گیا

ہائے ویرانی سے تنہائی سے سناٹے سے
دلِ صغریٰ ؑ کو کسی سے بھی سنبھالا نہ گیا

گھر میں پھیلی ہوئی کچھ ایسی اداسی تھی کہ بس
دن سے ٹھہرا نہ گیا شام سے گزرا نہ گیا

مر گئی وہ کہ ہے غش میں کہ ہے سکتے میں نویدؔ
گھر کے سناٹے سے بھی راز کے کھولا نہ گیا

نوحہ

گھر میں موت کا سناٹا ہے بس اک صغرا زندہ ہے
یا ہے دیا دہلیز پہ روشن یا اک سایہ زندہ ہے

اک آہٹ پر کان دھرے ہے سارے گھر کی تنہائی
بس آنکھوں میں جان ہے باقی یا دروازہ زندہ ہے

خاک اُڑتے خالی حجروں میں ایک ویرانی پھیلی ہے
یا خاموشی چیخ رہی ہے یا سناٹا زندہ ہے

زِرد حویلی کے حجروں میں اک اُمید کا منظر ہے
بجھتے ہوئے اک دیے کی لَو ہے اور اک چہرہ زندہ ہے

سارے گھر کو ایک اُداسی ہر جانب سے گھیرے ہے
بس اک صغرٰا زندہ ہے پر صغرٰا بھی کیا زندہ ہے

سارے گھر میں گئے ہوؤں کے چلتے پھرتے سائے ہیں
اور گھر کی دہلیز پہ بیٹھی صغراؑ تنہا زندہ ہے

جس رستے سے آنے والے گھر کو لوٹ کے آئیں گے
در پہ لگی ویراں آنکھوں میں بس وہ رستہ زندہ ہے

دل کے دھڑکنے سے آتی ہے ماتم کی آواز نویدؔ
کانپتے ہونٹوں کی جنبش میں بس ایک نوحہ زندہ ہے

نوحہ

ہائے صغراؑ کتنی ہے اکیلی ویران حویلی میں
سر مارتی ہے دیواروں سے رہتی ہے اکیلی ویران حوالی میں

سناٹا بھرے گھر کی جب یاد دلاتا ہے
جینے کی دعا دیکر سب کو مرتی ہے اکیلی ویران حویلی میں

تصویر بنی شب بھر تکتی ہے دیے کی لو
سونے آنگن میں سارا دن پھرتی ہے اکیلی ویران حویلی میں

بچھڑے ہوئے لوگوں کے پھرتے ہوئے سائے ہیں
سناٹے کی آوازوں کو سنتی ہے اکیلی ویران حویلی میں

اُجڑا کوئی مقتل میں اجڑا کوئی زنداں میں
اُجڑے تو سبھی لیکن صغراؑ اجڑی ہے اکیلی ویران حویلی میں

عاشور کی شب زینبؑ یہ پوچھتی تھی شہؑ سے
اکبرؑ کی بہن یعنی صغراؑ کیسی ہے اکیلی ویران حویلی میں

ہر ایک کے ہجرے میں کرتی ہے دیا روشن
جب شام اترتی ہے ہائے جلتی ہے اکیلی ویران حویلی میں

کیا جانے مرا کنبہ بھوکا ہے کہ پیاسا ہے
یہ سوچ کے وہ بھوکی پیاسی رہتی ہے اکیلی ویران حویلی میں

کیا صبح نویدؔ اسکی کیا شام نویدؔ اُسکی
جیتی ہے نہ مرتی ہے ہائے کتنی ہے اکیلی ویران حویلی میں

نوحہ

صغراؑ اکیلے گھر میں اکبرؑ کو رو رہی ہے
گھر بھر کو یاد کرکے گھر بھر کو رو رہی ہے

کرب و بلا میں شاید یہ وقتِ فجر ہوگا
اللہ ھُو کہہ کے صغرا اکبر کو روہی رہی ہے

کرب و بلا میں شاید یہ وقتِ ظہر ہوگا
وہ پیاس یاد کرکے اصغر کو رو رہی ہے

کرب و بلا میں شاید یہ وقتِ عصر ہوگا
بابا کو یاد کرکے خنجر کو رو رہی ہے

کرب و بلا میں شاید مغرب کا وقت ہوگا
زینبؑ کو یاد کرکے چادر کو رو رہی ہے

کرب و بلا میں شاید وقتِ عشاء یہ ہوگا
ہائے سکینہؑ کہہ کر گوہر کو رو رہی ہے

اِس وقت ہوش کب ہے اُس کو نویدؔ اپنا
اک فرد یاد کرکے لشکر کو رو رہی ہے

نوحہ

صغراؑ آہیں بھرتی رہ گئی اکبرؑ اکبرؑ کرتی رہ گئی
ٹوٹ کے اکبر کے سینے میں دور کہیں اِک برچھی رہ گئی

اکبرؑ کے جانے سے لیکر اپنی موت کے آنے تک
خالی خالی آنکھوں سے وہ بس دروازہ تکتی رہ گئی

خاک اڑتے خالی حجروں میں اک ویرانی پھیلی تھی
اُس ویرانی میں وہ اُڑتی دھول میں ہائے اٹتی رہ گئی

بے دستک ہی سارے موسم دروازے پر بیت گئے
جیسے بیٹھی تھی وہ ہائے ویسی ہی وہ بیٹھی رہ گئی

یاد میں جانے والوں کی وہ دن گزرے اور شام ڈھلے
سورج سورج جلتی رہ گئی تازہ تازہ بجھتی رہ گئی

جانے اُس کو موت آئی یا جانے اکبر یاد آئے
گونج کے ہائے سناٹے ہیں اِک دھیمی سے ہچکی رہ گئی

بہنے والے ہر آنسو میں ہر اک چہرہ زندہ تھا
آئے نہ لوٹ کے آنے والے رونے والی روتی رہ گئی

زرد مکاں کے ہجروں میں بس شور بھرا سناٹا تھا
خالی گھر میں جانے والوں کی آوازیں سنتی رہ گئی

قتل ہوئے جو بھوکے پیاسے اُن کو کیا معلوم نویدؔ
یاد میں بھوکے پیاسوں کی وہ بھوکی پیاسی مرتی رہ گئی

نوحہ

ہائے صغراؑ کے لیے گردِ سفر لیجائیگی
پاس زینبؑ کے بچا کیا ہے جو گھر لے جائے گی

دم رکا جاتا ہے سینے میں کہ اکبرؑ کی جگہ
کیسے وہ اکبرؑ کے مرنے کی خبر لیجائیگی

خاک پر جس دم گرے گی کہہ کے زینبؑ یاحسینؑ
یہ صدا تو ہائے صغراؑ کا جگر لیجائیگی

لاشۂ شہہؑ سے اُٹھا کر خود کو وہ سوئے قفس
کس طرح لیجائیگی یارب مگر لیجائیگی

کچھ نہ لے جائیگی وہ پیشِ خدا محشر کے روز
ہاں بس اک کُرتا ہے جو وہ خوں میں تر لیجائیگی

کیا ملا فضہ کو زہراؑ کو دکھا نے کے لیے
تازیانوں کے نشاں بس پشت پر لیجائیگی

گھر جلا کیسے یہ صغراؑ کو دکھا نے کیلئے
اک مٹھی راکھ کی صورت میں گھر لیجائیگی

جس جگہ تعویز تھا رسی بندھی کیسے نویدؔ
نیل کی صورت میں رودادِ سفر لیجائیگی

نوحہ

دھول اڑتی ہوئی دے رہی ہے صدا ، آ گیا قافلہ آ گیا قافلہ
بے عمامہ کوئی ہے کوئی بے ردا، آ گیا قافلہ آ گیا قافلہ

یہ جو بجھتے چلے جا رہے ہیں دیئے ، بجھ کے صغرا کو بتلا رہے ہیں دیئے
اٹھ بھی اب خاک سے لے خبر در پہ جا آ گیا قافلہ آ گیا قافلہ

بین کے شور سے بھر گیا ہے جو گھر یہ جو بجنے لگے ہیں ہواؤں سے در
کہہ رہا ہے یہ صغرا سے بجھتا دیا آ گیا قافلہ آ گیا قافلہ

ڈھونڈنے اب وہ جائے گی خود کو کدھر لے گیا تھا جو صغرا سے اُس کو خبر
کھو کے اُس کی خبر کھو کے اُس کا پتا آ گیا قافلہ آ گیا قافلہ

ہوگئی کربلا بچ گیا لاالہٰ کٹ گیا وہ گلا لٹ گئی وہ ردا
کر کے بہرِ خدا لا کی قیمت ادا آ گیا قافلہ آ گیا قافلہ

کٹ گیا تیغ سے منّیت کا گلا یوں ہوا ہائے اجرِ رسالت ادا
لے کُرتا رسالت کا خوں میں بھرا آ گیا قافلہ آ گیا قافلہ

حال صغرا کا حالت سے بے حال تھا وہ دیئے جا رہی تھی صدا پر صدا
کچھ سنا اے صبا کچھ سنا اے ہوا آ گیا قافلہ آ گیا قافلہ

گونجتی ہے نویدؔ عرش پہ یہ صدا سیّدہؑ سیّدہ ، مرتضیٰؑ مرتضیٰؑ
مجتبیٰؑ ، مجتبیٰؑ ، مصطفیٰؐ مصطفیٰؐ آ گیا قافلہ آ گیا قافلہ

ماتمی

آؤ بتلاتا ہوں تم کو میں کہ کیا ہے ماتمی
سایۂ زینبؑ میں زہراؑ کی دُعا ہے ماتمی

صرف زہراؑ کو ہے اس کی قدر و قیمت کی خبر
عقل کے اِدراک سے تو ماؤرا ہے ماتمی

آسماں پر جب نیا تارا کوئی ظاہر ہوا
بول اٹھے عرش و زمیں پیدا ہوا ہے ماتمی

تیز ہوتی جارہی ہے دم بہ دم ماتم کی لَے
حلقۂ ماتم میں کوئی آرہا ہے ماتمی

کس طرح سے رہ کے زندہ رزق پاتے ہیں شہید
کیسے یہ جانے کوئی کیا پارہا ہے ماتمی

بے بشارت کوئی کیا جانے ہے کیا اجرِ عظیم
کیا خبر بے ماتمی کو ہائے کیا ہے ماتمی

وا حُسینا کہہ کے روئے مشرقین و مغربین
ماتمی سے جب کوئی آ کر ملا ہے ماتمی

اُس کے دامن تک نہ اٹھ کر گردِ دنیا آ سکی
جیسا آیا ویسا دنیا سے گیا ہے ماتمی

نوری و خاکی سمجھ کر جاننا آساں نہیں
جانے کس ترکیب و طینت سے بنا ہے ماتمی

کیا کہوں میں چلتا پھرتا اِک عزاخانہ ہے وہ
کربلا جس میں دِکھے وہ آئینہ ہے ماتمی

دو سِروں کے درمیاں ہے عالمِ ہست و وجود
اک سِرا وحدانیت ہے اک سِرا ہے ماتمی

روشنی سے اپنی ہی روشن ہے جو روشن ضمیر
ہر عزاء کی انجمن کا وہ دیا ہے ماتمی

چھوڑ دے کرسی ذرا اے عرش کر جھک کر سلام
خون میں اپنے ہی ڈوبا آرہا ہے ماتمی

کیا حِصار لفظ میں آئے بیاں اُس کا نویدؔ
میں نے جو لکھا ہے اُس سے بھی سوا ہے ماتمی

شکریہ

سید ظفر مہدی زیدی ولد سید ظفریاب زیدی
سید ناصر حسین کاظمی

0315-2614675

سلام

سید عامر کاظمی (عامر زیدی شہید)

www.mirahmadnavaid.com
www.mirahmednavaid.com